انسانی اخلاقی اقدار اور فکر اقبال

ڈاکٹر صدف نقوی

ABSTRACT:

Iqbal presented values of life in his poetry. The intellect of life is the sole destination of Humanity. Iqbal is a poet of realities of the glory with universe. The nations get heights of integrity, miscible interactions and heartfelt brotherhood. Iqbal also wishes the same struggle .for values of life in the Muslims

ادب تنقید حیات ہے۔ ادب کو انتقاد کے معیار پر جانچنے کا معیار اخلاقی اصول اور اخلاقی اقدار ہی ہیں۔ ”ادب برائے ادب“ ہو یا ”ادب برائے زندگی“ دراصل اُن کی معراج ”ادب برائے عاقبت“ ہی ہے۔ اس لیے شاعری کو کبھی ”جز و پیغمبری“ کہا گیا تو کبھی شعرا کو ”تلمیذالرحمن“ خیال کیا گیا۔ اقبال بھی انہی شعرا میں سے ہیں جن کی شاعری الہامی ہے اور وہ کائنات کی حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔ حیات و کائنات ایک ہی چیز کے دو رنگ ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں:

”حیات و کائنات دو حقیقتیں ہیں۔ ان کے تعلق سے ایک تیسری حقیقت وجود میں آئی جسے ہم اخلاق کہتے ہیں۔“(۱)

اقبال دراصل کائنات کی حقیقتوں کا شاعر ہے اس لیے تو وہ لکھتے ہیں:

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن

جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا (۲)

ہر ادبی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب شاعری کو صرف جذبات کی ترجمانی کا نام دیا جاتا تھا۔ شاعری کا مدعا و مقصد لوگوں میں آتش جذبات بھڑکانا نہیں بلکہ اپنی تخلیقات سے علم و حکمت کے آبدار موتی بکھیرنا ہے۔ اقبال کے ہاں شاعری ایک نصب العین کا نام ہے۔ اُن کی شاعری علم و حکمت کا خزینہ ہے۔ اقبال نے زندگی کے ہر موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس سے پہلے اُردو غزل زیادہ تر عشق و عاشق اور محبوب کی سراپا نگاری تک محدود تھی۔ اقبال نے اس کو ایک مقصد سے روشناس کیا۔ ”ضربِ کلیم“ میں ”ادبیات“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

عشق اب پیرویٔ عقل خداداد کرے

آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے

یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے (۳)

برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام نے اپنی شاعری کے ذریعے معاشرے کو سدھارنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر ادیب نے اپنے معاشرے کو سدھارنے کا خواب کسی نہ کسی شکل میں ضرور دیکھا تھا۔ کلاسیکی شاعروں میں ولیؔ، میرؔ، دردؔ اور غالبؔ اس لحاظ سے اہم ہیں کہ انھوں نے کسی نہ کسی شکل میں انسان کی اصلیت، نظام اقدار کی اہمیت اور اخلاقی اقدار پر زور دیا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

”یہ لوگ فلسفی نہیں تھے لیکن ذہن و شعور کی ترجمانی نے ان کی شاعری میں فلسفیانہ رنگ و آہنگ کچھ اس طرح نمایاں کر دیا ہے کہ اس سے فلسفے کے بنیادی اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں۔“(۴)

اقبال کی شاعری میں بھی ہمیں فلسفۂ زندگی روشن و چمک دار نظر آتا ہے۔ اُن کی شاعری میں تیکھی اور سچائی نظر آتی ہے۔ جذباتی صداقتیں اور آرزو مندیاں ہی علم و دانش کے قافلے کو آگے بڑھاتی ہیں۔ زندگی کی راہ گزر پر چلنے کے لیے اخلاق سے ہی کام لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اقبال کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”اقبال کے خیال میں حسن زندگی کی قدر نہیں، زندگی کی تہذیب، تہذیبِ زندگی کی قدر ہے۔“(۵)

اقبال نے مسلمانوں کو نئی سوچ، نئی فکر سے آشنا کیا۔ انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے اقدارِ حیات کا تصور پیش کیا۔ انھوں نے اسلام کے تصورِ حیات کو اُس کی اصل شکل میں پیش کیا۔ اقبال کا فلسفہ حرکت کا فلسفہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف محنت، کوشش، ضبط نفس، اطاعت اور غیر مشروط وفاداری سے ہی خودی کی منزل حاصل ہوتی ہے۔ حضرت محمدؐ کی وفا ہی سے حیاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے۔

اقبال کے نزدیک فلسفہ اسلام ہی سب سے عظیم فلسفہ ہے۔ محمد طاہر فاروقی لکھتے ہیں:

"حضرت محمدؐ ایک بحرِ ذخار کے مانند ہیں جس کی موجیں آسمان کو چھوتی ہیں۔ تم بھی اسی سمندر سے سیرابی حاصل کرو تاکہ تمہیں حیات نو نصیب ہو اور تمہاری وہ بھولی بسری کیفیات جنھیں ساری دنیا نے تم سے چھین لیا، از سرِ نو تم کو میسر آجائیں۔"(۶)

اقبال "طلوعِ اسلام" میں لکھتے ہیں:

چہ باید مرد را طبع بلندے ، مشربِ نابے

دل گرمے ، نگاہ پاک بینے ، جانِ بیتابے (۷)

اقبال کے نزدیک جہادِ زندگانی میں فتح یاب ہونے کے لیے یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ تہذیب زندگی میں محبت ہی وہ انمول موتی ہے جو فاتح عالم بناتی ہے۔ دیکھا جائے تو مقصود فطرت ہی اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی ہے۔ اقبال مسلمانوں کو دنیا کی امامت کے منصب پر سرفراز دیکھنا چاہتے ہیں جس کے لیے وہ مسلمانوں کو صداقت و عدالت اور شجاعت کا درس پھر سے پڑھنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا ، عدالت کا ، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۸)

انسانیت نام ہی احساس اور جذبے کی صداقت کا ہے۔ حقیقی ادب ان صداقتوں کی راہ نمائی کرتا ہے۔ قوموں کا عروج و زوال انہی صداقتوں کا مرہونِ منت ہے۔ جب تک یہ اخلاقی صداقتیں کسی قسم میں زندہ رہتی ہیں۔ وہ قوم ممتاز، فعال اور جادۂ زندگی پر گامزن دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"ادب فی الوقع انسان اور انسانیت کے حق میں چادرِ رحمت ہے۔ بمنزلہ عبادت ہے، فریضہ انسانی ہے۔ انسان کی تمدنی زندگی کا پرچم اور شائستگی قلب و ذہن کی پہچان ہے۔"(۹)

اقبال کی شاعری میں تہذیب زندگی کے یہ پیمانے جگہ جگہ نظر آتے ہیں:

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مندی

مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی (۱۰)

ادب میں داخلی جذبات و احساسات اور خارجی مشاہدات ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اقبال کی شاعری میں بھی ہمیں اظہار و ابلاغ کے تمام رنگ نظر آتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شاعری میں زندگی کی مثبت قدروں کی ترجمانی کی ہے۔ اقبال کی شاعری تخلیقی حسن کے ساتھ ساتھ مثبت نظریات کی ترجمان ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ادب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"انسانی زندگی کے بعض ایسے پہلو جہاں تک علم اور عقل کی رسائی نہیں ہوتی۔ ادب وہاں بھی آسانی سے پہنچ سکتا ہے اور زندگی کے ایسے ایسے اسرار و رموز اس کے ہاتھوں کھلتے ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اس کام میں زندگی کی بنیادی قدریں بہر صور ت اس کے پیش نظر رہتی ہیں اور وہ انھیں ہی ترجمانی کرتا ہے۔"(۱۱)

زندگی کی یہ بنیادی اقدار ہمیں اُن کی شاعری میں جگہ جگہ بکھری نظر آتی ہیں:

جام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو

پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو (۱۲)

اقبال ہر عمل میں خلوص کے قائل ہیں۔ قلب و نظر کو اچھی تربیت سے ہی منور کیا جا سکتا ہے۔

بے لوث محبت ہو ، بے باک صداقت ہو

سینوں میں اُجالا کر ، دل صورتِ مینا دے (۱۳)

تمام اخلاق کا مصدر قادرِ مطلق کی ذات ہے۔ اُسی کے عرفان سے تربیت کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ اخلاق کی تعلیم و تربیت کی معراج کے لیے ہی دراصل پیغمبر مبعوث ہوئے۔ اخلاقی اقدار کی تکمیل ہی میلادِ آدم کا منشور ہے۔ اگر اس دانش و بینش کا اظہار ادیب اپنا مطمع نظر بنا لے۔ تخیل کے گھوڑے کی باگ میں دین ودنیا کے ساتھ اقبال اقدارِ حیات میں توازن کے قائل ہیں۔ معجز نمائی پر اُتر آتی ہے:

نفس گرم کی تاثیر ہے اعجاز حیات

تیرے سینے میں اگر ہے تو سچائی کر

ہو تیری خاک کے ہر ذرے سے تعمیر حرم

دل کو بیگانہ اندازِ کلیسائی کر

اس گلستان میں نہیں حد سے گزرنا اچھا

ناز بھی کر تو باندازۂ رعنائی کر (۱۴)

وہ جانتے ہیں کیا اخلاق عالیہ اور عزم بلند کے بل بوتے پر تازہ بستیاں بنائی جا سکتی ہیں۔ وہ مسلمان حقیقت پسند اور صاحب نظر بنانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی دل پھر مرکز و مہر و وفا بن سکتا ہے:

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر

حریم کبریا سے آشنا کر

جسے نان جویں بخشی ہے تو نے

اُسے بازوے حیدرؓ بھی عطا کر (۱۵)

دراصل اقبال کا پیغام حرکت کا پیغام ہے اور منزل حیات و اقدار کا مرکزی نکتہ عمل ہے۔ جس کی طرف اقبال "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

" The Quran is a book which emp, deed rather than idea."(16)

(قرآن وہ کتاب ہے جو فکر کی بجائے عمل پر زور دیتی ہے۔)

فکر اقبال کی معنویت مسلم ہے کیونکہ اقبال محض تخیلاتی دنیا کا خواہاں نہیں ہے بلکہ تحرک اور عمل کا وہ فلسفہ ہمارے سامنے لاتا ہے جو ہمارے آج سے مطابقت رکھتا ہے۔ جن اخلاقی اقدار و روایات کا علم بردار ہے۔ آج معاشرے میں ہمیں اُن روایات کے فقدان سے ہونے والے نقصان نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا (۱۷)

اقبال کا سارا کلام انسان کی عظمت کو بلندیوں کی طرف گامزن کرنے کی شاہراہ ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان، افلاک یہ سب انسان کے تصرف میں ہیں۔ اپنی کوششوں سے آج کا انسان ستاروں پر کمندیں ڈال سکتا ہے۔ اپنے زورِ بازو کے بل بوتے پر تاریکیوں کو اُجالے میں تبدیل کر سکتا ہے۔

آج پھر سے اقبال کو پیغام کا عام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اقبال نسل آدم کا شاعر ہے اس کا کلام کا اعجاز قیامت تک کے لیے ہے اُس کی شاعری آفاقی ہے اور بقول جمیل جالبی:

"اُردو ادب کو ایسے ادیبوں کی ضرورت ہے جو اپنے تجربات سے سچائی کے ساتھ آنکھیں ملانے کی سکت رکھتے ہوں جو اس مشینی دور کی نعتوں اور برکتوں سے واقف ہوں اور مشین کو اپنے شعور و احساس میں اُتار کر اُسے کے گھناؤنے پن کو محسوس کرنے اور کرانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جو معاصر زندگی کے طوفانی دھاروں اور خوشگوار ہلکی پھلکی پھوار دونوں سے باخبر ہوں۔۔۔ انہی تجربات کے اظہار سے ہم زندگی کو ایک نئی قوت دے سکتے ہیں۔"(۱۸)

اقبال کی شاعری میں اقدار حیات کی مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ انسان جب حیات سے اس راز سے آشنا ہو جاتا ہے کہ زندگی ذوقِ سفر سے عبارت ہے اور ذوقِ سفر سعی پیہم اور کوشش ناتمام کی ہی ایک صورت ہے۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں (۱۹)

اقبال کا پیغام اقدارِ حیات کا پیغام ہے۔ صداقت دائمی کے اس چراغ سے ہمیں اپنی زندگی کی شاموں کو منور کرتا ہے۔ اقبال کے فلسفہ عمل سعی و کوشش کے ذریعے ہی "یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ" کی عظمتوں سے روشناس ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

(۱)شوکت سبزواری، ڈاکٹر، معیار ادب، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۱ئ، ص۱۱۸

(۲)کلیاتِ اقبال، ص۴۷۹

(۳)شوکت سبزواری، ڈاکٹر، معیار ادب، ص۲۶۷

(۴)عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ادب اور ادبی قدریں، لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۳ئ، ص۱۶

(۵)شوکت سبزواری، ڈاکٹر، معیار ادب، ص۱۶۹

(۶)محمد طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبت رسولؐ، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۱ئ، ص۳۲

(۷)کلیاتِ اقبال، ص۲۱۴

(۸)ایضاً ، ص۲۱۲

(۹)فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادب اور ادب کی افادیت، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ئ، ص۱۶

(۱۰)ایضاً ، ص۲۴۶

(۱۱)عبادت بریلوی، ص۱۷

(۱۲)ایضاً ، ص۲۰۳

(۱۳)ایضاً ، ص۱۴۴

(۱۴)ایضاً ، ص۲۲۰۔۲۲۱

(۱۵)ایضاً ، ص۲۴۲

.P(16)

(۱۷)محمد اقبال، بانگ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ئ، ص۱۸۷

(۱۸)جمیل جالبی، ادب، کلچر اور مسائل، مرتبہ: خاور جمیل، کراچی: رائل بک کمپنی، ۱۹۸۶ئ، ص:۲۳

(۱۹)محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۹ئ، ص۳۷۸